

زیر سرپرستی: امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مظہرہ

اشعار رضا کی توضیح

اور شارح رضویات احسن العلماء مارہروی

غلام مصطفیٰ رضوی

برائے ایصال ثواب

☆ مرحومہ عشرت جہاں محمد اسماعیل ☆ مرحوم محمد الدین
☆ مرحوم نظام الدین ☆ مرحومہ رضوی زیتون عبدالقیوم

ناشر: نوری مشن مالگاول

ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالگاول

سن اشاعت ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء ہدیہ: دعائے خیر بہ حق اراکین و معاونین نوری مشن

بسم الله الرحمن الرحيم
پیش گفتار

از قلم: حضرت سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی

(مدیر معارف رضا و صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

سخن فہمی، سخن نچی، سخن شناسی، شعر گوئی ایک ایسا ملکوتی ملکہ ہے جس سے خلاق عالم عروج کی کمی کسی کو نوازتا ہے اور اس کے ذوق کے پروان چڑھانے اور اس کی مناسب تربیت کے لیے اسے سازگار ماحول بھی فراہم کرتا ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ ہر عالم، جو درس و تدریس یا اپنے علمی میدان میں بجا طور پر باکمال تسلیم کیا جاتا ہو، وہ ایک بلند ذوق شعری کا بھی حامل ہو۔ ہاں! ایسا عالم جو اپنے دور کے تمام مروجہ علوم و فنون اور اس کی فروعات سے کما حقہ واقف ہو، اور طبع سلیم کے ساتھ سخن فہمی اور شعر گوئی کا سحر ذوق بھی رکھتا ہو وہ اپنے عہد کے علما میں ایک امتیازی شان کا مالک ہوتا ہے۔

احسن العلماء، حضرت مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی (۱۳۱۶ھ / ۱۹۹۵ء) کا شمار بھی ایسے ہی علما میں ہوتا ہے۔ آپ خاندان سادات برکاتیہ مارہرہ شریف کے چشم و چراغ ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کی مرکزی دانش گاہ کے سند یافتہ اور خاتقاہ قادریہ برکاتیہ کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ نے ”اہل زبان“ کی روایات کی آغوش میں پرورش پائی۔

آپ ایک مجھے ہوئے ادیب، سلجھے ہوئے نثر نگار و خطیب، خلیق و شفیق، عارف باللہ پیر طریقت اور باکمال سخن فہم و سخن شناس تھے۔ شعر گوئی سے بھی خصوصی رغبت تھی۔ شعر و سخن کے محاسن و قبائح کی جانچ اور پرکھ کا خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ علمی گفتگو اور بحث و تمحیص آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔

بہ ایں ہمہ خوبی و اوصاف آپ کی خاص خوبی اور آپ کا محبوب مشغلہ شعر رضا [امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ (۱۸۵۶ء - ۱۹۲۱ء) کے نعتیہ اشعار] کی عام فہم انداز میں شرح و تفسیر تھا۔ جو اہل علم و فن امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت، ان کے علمی سرمایے کی وسعت، علوم و فنون پر ان کی مجتہدانہ مہارت، علمی بصیرت، علوخیل، جذبہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ادب و آداب بارگاہ رسالت کی پاس داری، شعر رضا کی معنوی بلاغت، مضمون آفرینی، معیار و مہک، ادبی، علمی مصطلحات کا چابک دستی سے استعمال اور ان کی نعتیہ شاعری کے دیگر محاسن سے واقف ہیں، ان پر یہ بات واضح ہے کہ اعلیٰ حضرت رضا بریلوی کے اشعار کی تشریح اتنی آسان نہیں اور چہ جائے کہ اسے عام فہم زبان میں بیان کیا جائے۔

ماہر رضویات، سعودی ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ، حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے شعری محاسن پر اپنے ایک مقدمے میں اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”حضرت رضا بریلوی صاحب فن، صاحب عشق، صاحب علم اور صاحب معرفت تھے۔ ان کی شاعری معمولی شاعری نہ تھی۔ جس طرح ان کے سمجھنے کے لیے دردِ عشق کے ساتھ ساتھ گونا گوں علوم و فنون کا جاننا ضروری ہے، صرف اردو میں ایم۔ اے یا پی۔ ایچ۔ ڈی کر لینا یا ادیبوں، شاعروں اور ناقدوں کی فہرست میں نام لکھوا لینا کافی نہیں، (اسی طرح) یہاں بڑے تجر اور بڑے سوز و ساز کی ضرورت ہے۔“ (سید مغوب اختر الحامدی الرضوی، مولانا، امام نعت گو، ربیع الاول ۱۴۲۷ھ / اپریل ۲۰۰۶ء، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور ص ۷۱)

جس طرح امام احمد رضا کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے کی ہے اسی طرح ان کی شاعری کے بھی مختلف رنگ و روپ ہیں جس کی تفصیل میں جاننا الوقتِ راقم کا موضوع نہیں ہے اور نہ ہی وقت اور قلم و قرطاس کے دامن کی کوتاہی اس کی اجازت دیتی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری بہ ذاتِ خود اس قدر وسیع موضوع ہے کہ اس پر اب تک متعدد پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات لکھے جا چکے ہیں، اور مزید لکھے جا رہے ہیں۔ متعدد کتب بھی لکھی جا چکی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے ہر اند میں گزشتہ ۴۰ برسوں میں سو سے زیادہ مقالات ان کی نعتیہ شاعری کے محاسن پر سپرد قلم کیے جا چکے ہیں۔ راقم بھی اس قافلہ عقیدت کا ایک ادنیٰ رکن ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری ایک سدا بہار اور ہمہ وقت و تازہ رہنے والا گلستاں ہے، جو ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح قیامت تک بہاروں سے خراجِ تحسین بلکہ جزیہ جاودانی لیتا رہے گا۔ کون سی ایسی خوبی ہے جو شعرِ رضا میں نہیں۔ اباب فہم و بصیرت اور اعلیٰ شعری ذوق کے حامل ناقدینِ فن نے حضرت رضا بریلوی کی شاعری کی جن خوبیوں اور محاسن کو اپنے حقیقی مقالات، منظوم مضامین و تاثرات میں گزشتہ ۵۰ برسوں میں بیان کیا ہے ان کو اگر سمیٹ کر ایک گلدستہ بنا کر اہل ذوق حضرات کے سامنے پیش کیا جائے تو مجموعہ عطرِ کچھ یوں بنتا ہے: حسن تغزل، جدتِ خیال، پرشکوہ مضمونِ آفرینی، رعنائیِ خیال، ایمانِ آفریں فصاحت، دل آویز بلاغت، برجستگیِ نشت الفاظ، روزمرہ و محاورات کا بر محلِ جلوہ، سلاستِ زبان و زورِ بیان کی طمطراق کے ساتھ جلوہ نمائی، پاسِ شریعت اور ادب و آداب بارگاہِ الوہیت و رسالت کی انتہائی پاس داری، صنائعِ لفظی و صنائعِ معنوی کی زرق برق لباس میں صفتِ بندی، عشق و عقیدت کی چمکتی کہکشاں، مجتہد و ارادت کے مہکتے پھول پتیاں، بنی نئی زمینوں پر خوب صورت ردیف و قوافی کی گل کاریاں، مصطلحاتِ علمی کی طرح دارِ جگمگاتی پتیاں..... اور اگر ان سب کو ایک لڑی میں پرودیا جائے تو اس کا نام ”حدائقِ بخشش“ قرار پاتا ہے۔

غالب جیسے عظیم شاعر نے مایوسی کے عالم میں اس تمنا کا اظہار کیا تھا:

شہرتِ من یبیتی بعد من خواہ شدن

(کاش کہ میرے انتقال کے بعد میری شاعری کو شہرت مل جائے)

لیکن حضرت رضا بریلوی کو مدینہ منورہ کے لالہ زار میں ایک ایسے وقت میں جب کہ وہ ایک جذب و شوق کے عالم میں قصیدہ درودیہ کے اشعار پر:

کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کرو روں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کرو روں درود

پڑھ پڑھ کر وصفِ رخ محبوب رب العلیٰ بیان کر رہے تھے، اپنے سرور اور مالک و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے شرف سے باریابی نصیب ہوئی اور یہ بشارت ملی کہ: اے رضا ترے اشعار کو تیری دنیاوی زندگی ہی میں شہرت و دوام ملے گی اور تو مملکتِ نعت گوئی کا وزیرِ اعظم بنے گا، اور تیرا نصیب مدام ترقی پر ہوگا اور آخر کار ملکِ سخن کی تاج وری بھی تیرے ہی سر ہوگی۔ چنانچہ شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور اذن پر عشق بے تاب کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا:

ملکِ سخن کی شای تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہو سگئے، ٹھٹھا دیے ہیں اور یہ تعنی نہیں حقیقت ہے، یہ الہامی شعر ہے اور اس لفظ ”سخن“ میں علوم و فنون کی تمام فروع شامل ہیں، جو انھیں بارگاہِ رسالت سے عطا ہوئے اور جن کو رضا بریلوی نے اپنی نظم و نثر دونوں میں عارفانہ مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ چنانچہ ان کی حیات میں ہی اللہ رب العزت نے ان کی نعتیہ شاعری کو وہ شہرت و رفعت بخشی کہ گونج اٹھے ہیں نعماتِ رضا سے بوستانِ کسی نے کیا خوب کہا اور سچ کہا:

کل بھی رضا کی شاعری تھی حاصلِ حیات اب بھی اسی کے حسن سے ہے جن شش جہات امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا درج ذیل شعر ان کی تمام نعتیہ شاعری کا عصرِ عصیر ہے، امتِ مسلمہ کے لیے ایک لائحہ عمل بھی اور مستقبل کے شعرا کے لیے ایک پیغام بھی:

خاکِ دروِ آبش رضا تازِ کرامت خود بشنوی از درو دیوارِ درودے
حضرت رضا بریلوی ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو ”عشقِ رخ شہ“ کا چراغ لیے اپنی قبرِ انور میں چلے گئے اور وہاں وظیفہ درود و سلام کی لوری کے ساتھ تاجِ قیامت محوِ استراحت ہو گئے، لیکن آج بھی صاحبِ بصیرت و معرفت کو حاضری کے وقت ان کے مزار پر انوار سے آتی یہ آواز سنائی دیتی ہے اور سینے میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لو کو تیز سے تیز تر کرتی ہے:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا جان کی اکیر ہے الفت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)
ادھر عالمِ گیتی میں درود یوا قصیدہ درودیہ اور قصیدہ سلامیہ کے نغمے اشعار سے گونج رہے ہیں:

کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کرو روں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کرو روں درود
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جہاں محققین و ناقدین شعر و ادب نے اپنے مضامین، مقالات اور پی۔ ایچ۔ ڈی تیس کے ذریعے شعرِ رضا کے معانی و محاسن سے ادبی و علمی دنیا کو روشناس کرانے کی کاوش کی، وہیں احسن العلماء حضرت مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں ماہرِ روی علیہ الرحمہ نے اپنے خطبات، خطابات مجلسی گفتگو اور روحانی تربیتی نشستوں کے ذریعے سہل متبع اور آسان روزمرہ میں شعرِ رضا کے ادق مضامین کو بیان کرنے کا فریضہ بہ طریق احسن انجام دیا۔ راقم کو بھی اس ضمن میں حضرت علیہ الرحمہ سے متعدد بار متمتع ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ حضرت سے پہلی ملاقات سیدی مرشدی حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ

والرضوان کے چالیسویں پر ۱۹۸۱ء میں ہوئی، احقر حضرت مولانا رحمان رضا رحمانی میاں اور حضرت مولانا مصباح الدین قادری رضوی علیہما الرحمہ کے ساتھ بہ ذریعہ کار مارہرہ شریف پہنچا تھا۔ وہاں سے حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ کو لے کر بریلی شریف واپس آئے تھے۔ مارہرہ شریف میں جب ہم لوگ خانقاہ شریف کی مسجد میں نماز پڑھ کر باہر آئے تو حضرت احسن العلماء نے فقیر کے چچا امجد حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری نوری لکھنوی علیہ الرحمہ کا ایک ایمان افروز واقعہ سنایا، جو اس سے قبل میرے علم میں نہیں تھا۔

انھوں نے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب (جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں) نے مسجد کے اندر اذان ثانی کے مسئلے پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی شان میں چند نازیبا الفاظ کہے۔ غالباً عصر کی نماز کا وقت تھا۔ اس وقت جد امجد ان مولوی صاحب سے کچھ نہ بولے، لیکن جماعت ختم ہونے کے بعد جیسے ہی وہ مولوی صاحب مسجد کی سیڑھی اترنے کے لیے باہر آئے تو بیت اللہ المکمل حضرت مولانا ہدایت رسول علیہ الرحمہ نے ایک زوردار تھپڑ مولوی صاحب کو رسید کیا جس سے وہ لوٹھا کر گر گئے۔ آپ نے فرمایا تو میرے اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخی کرتا ہے اگر اب مزید ایک لفظ بھی کہا تو مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے پھینک دوں گا لوگوں نے سچ بچاؤ کر کے مولوی صاحب کی جان چھڑائی وہ پھر اپنے شہر کو بھاگ لیے۔

حضرت احسن العلماء جب بھی تشریف لاتے تو فقیر ان سے ملاقات کرتا۔ حضرت علامہ مولانا مصباح الدین صدیقی قادری رضوی علیہ الرحمہ کی مسجد میں اکثر ملاقات ہوتی جہاں حضرت احسن العلماء دوران قیام کراچی جمعہ پڑھاتے تھے۔ ماہر رضویات مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی علیہ الرحمہ کے دولت کدے پر بھی ایک یاد و بار باریابی ہوئی، ایک نشست میں شیخ الحدیث اور میرے شیخ مجاز حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمہ بھی ساتھ تھے اور موضوع اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بعض مشکل اشعار کی تشریح و تفسیر تھا۔ ایک بار اور غالباً آخری بار حضرت علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ کے کاشانے پر ملاقات ہوئی۔ سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ، بانی و صدر اول ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بھی اس نشست میں ساتھ تھے اور موضوع اعلیٰ حضرت کے وہ اشعار تھے جن میں مشکل ترکیب یا مصطلحات علمی کا استعمال تھا۔ راقم کے خیال میں ان میں بعض اشعار کی تشریح علامہ شمس بریلوی صاحب نے ایک مضمون کی شکل میں پیش کی تھی جو معارف رضا سال نامہ میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے جتنے اشعار کی تشریح پر مضامین تحریر کیے ہیں ان میں سے پچاس فی صد وہ اشعار ہیں جن کی نشان دہی حضرت احسن العلماء نے فرمائی تھی۔ بعض اشعار کی نشان دہی حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری اور مولانا سید ریاست علی قادری علیہما الرحمہ اور راقم کی تھی۔ ان نشستوں میں راقم نے دیکھا کہ حضرت احسن العلماء شعرِ رضا میں پنہاں خوبیوں اور باریکیوں سے صرف واقف ہی نہیں، بلکہ وہ مزاج شناسِ رضا بھی تھے۔ یہی ان کا وہ وصف ہے جو ان کو دیگر شارحین شعرِ رضا سے ممتاز کرتا ہے۔

جناب غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں) کی یہ کاوش لائق تحسین ہے کہ انھوں نے حضرت احسن

العلماء کی حیات علمی خدمات کے اس پہلو کو ”شارح شعرِ رضا“ پہلی بار مضمون کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جناب غلام مصطفیٰ رضوی صاحب گزشتہ (تقریباً) دس برسوں سے ”رضویات“ کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔ اب ان کی تحریروں میں نکھار آتا جا رہا ہے۔ زود نویسی کے ساتھ ”تحقیقی مزاج“ اپنا رہے ہیں۔ شیخی اور شگفتگی کے ساتھ ان کی تحریروں میں ”پختگی“ کا عنصر بھی نمایاں ہو رہا ہے۔ زیرِ نظر موضوع پر ان کا مضمون ”نقشِ اول“ ہونے کی بنا پر ایک قابلِ تائش قدم ہے، لیکن قاری کو اس مضمون کے مطالعے کے بعد شیخی کا احساس ہوتا ہے۔ نموناً مزید ۱۸/۱۰ اشعار کی شرح شامل کرنی چاہیے تھی۔ پیش کیے گئے اشعار کی تشریح میں کچھ زیادہ ہی اختصار برتا گیا ہے، اسے مزید پھیلانے کی ضرورت تھی۔ اس کے باوجود یہ ایک محسن کام ہوا ہے اور جناب غلام مصطفیٰ رضوی اور ”نوری مشن“ مالیگاؤں کے اراکین قابلِ مبارک باد ہیں۔ فروغِ رضویات کے حوالے سے یہ ادارہ ہندوستان میں نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس دورِ پرفتن میں یہ ایک قابلِ تحسین عمل ہے۔ خود صاحب مضمون کے رضویات کے حوالے سے بیسیوں مضمون ادارہ ہذا کی جانب سے اب تک کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ ادارہ مذکورہ اب تک ۵۰ کے لگ بھگ رضویات کے موضوعات پر کتابیں شائع کر چکا ہے، جو ہزاروں کی تعداد میں اہل علم اور صاحب قلم حلقوں میں (عالمی پیمانے پر) بلا قیمت تقسیم کی جا چکی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں) ادارہ نوری مشن اور اس کے اراکین، متوسلین و معاونین کو استقامت اور جزائے خیر عطا فرمائے اور غیب سے ان کے لیے افرادی اور مالی وسائل مہیا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی مرقدہ انور پر اللہ تعالیٰ ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے (آمین) دل نشیں شخصیت کے ساتھ شہر میں نئی کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ افسوس کہ اب ایسی ہمتیاں نایاب ہیں:

سخن میں سوز بھی تھا ساز بھی محبت بھی سخن میں فیض بھی الفت بھی تھی شرافت بھی یہ امر قابلِ اطمینان ہے کہ ان کے صاحب زادہ ذی وقار، شہ سوار میدانِ صفوت و صفاء، علم بردار شریعت، رہبر طریقت، مسند نشین ایوانِ علم و دانش، سریرِ آراء منیر معرفت و حقیقت حضرت مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے والد ماجد احسن العلماء نور اللہ مرقدہ کے نقش قدم کو چراغِ راہ بنایا ہے اور علم و عرفان کے کاروان کی بدرجہ احسن صحیح سمت رہ نمائی اور ملکی اور عالمی سطح پر دانش کدہ رضویات کی سرپرستی فرما رہے ہیں:

کرتا ہوں ختم سخن اپنی دعا پر رازی چھوٹے مجھ سے نہ کبھی دامن اعلیٰ حضرت اللہ تعالیٰ تادیران کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

انیسویں صدی کا اختتام امت مسلمہ کے لیے بڑے چیلنجز لے کر آیا۔ ایمان و عقیدہ اور تہذیب و تمدن پر مخالفین اسلام کی نظر بد لگی ہوئی تھی، اندرونی و بیرونی ہر دوش پر اسلام کے گلتاں کو اجاڑنے کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ ایسے حالات میں سب سے زیادہ ناموس و عظمت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ دراصل صدیوں تک اسلامی تاریخ و تہذیب، اسباب عروج و تہذیب و تمدن و سیاست کے مطالعہ کے بعد یورپ کے عالی دماغوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ امت مسلمہ کی کامیابی کا راز ان کی اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور عشق ہے، جب تک مسلمان اپنی اس متاعِ عظیم کو نبھال کر رکھے رہیں گے انھیں کوئی پرہیز نہیں کر سکتا، اول یہی کیا گیا کہ عشقِ نبوی کی دولت دلوں سے نکالنے کے لیے فتنے پیدا کیے گئے، خارجی طور پر پادریوں، پنڈتوں، آریہ پیشواؤں اور دوسرے اسلام دشمن عناصر سے اہانت رسالت کر دلی گئی، جب دیکھا کہ خارجی حملے کارگر نہیں ہو رہے تو کئی فتنے داخلی طور پر تیار کیے گئے، ناموس رسالت میں توہین سے مملو کتابیں لکھوائی اور چھاپی گئیں..... بلا مقصد کوئی کام نہیں کیا جاتا..... ایسی اہانت آمیز کتابوں کی تصنیف کے پیچھے بھی کوئی مقصد تھا اور ان کتابوں سے امت مسلمہ میں انتشار کی بنیاد پڑی..... ان میں جو توہین نبی کو نین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھی گئی وہ بھی منظم و مربوط سازش کے تحت ہی ہے..... ورنہ کوئی اور بھی موضوع چھیڑا جاسکتا تھا..... لیکن! جب دلوں کی دنیا ویران کرنی ہو اور فکروں کو بانجھ بنانا ہو تو صرف ناموس رسالت پر حملہ ہی کافی ہے..... اسی لیے اقبال نے کہا تھا کہ:

بھجی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں خاک کا ڈھیر ہے

اور اقبال سے کافی پہلے امام احمد رضا نے متاعِ عشقِ نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کو یوں سنبھال کر رکھنے کی تعلیم ازبر کروائی تھی:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روزِ فزوں کرے خدا جس کو ہو دردِ کامرانا ز دوا اٹھائے کیوں

امام احمد رضا کی زندگی کا مقصد اشاعتِ دین اور تبلیغِ اسلام تھا۔ ایمان جہی کامل ہو گا جب رسولِ انام علیہ التحیۃ والثناء کی محبت و احترام کا نقش دلوں پر ثبت ہو جائے۔ امام احمد رضا نے عظمت رسالت اور تعظیم و احترام کے موضوع پر جو کچھ چٹکی و تحقیق کام کیا، ان ذخائر سے استفادہ کرنے والا یقینی طور پر عشقِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جذبہ صادق سے شاد کام ہو جاتا ہے۔ اسی جذبہ صالح کے تحت آپ نے شعر گوئی کی تصنیف و تالیف کا ذخیرہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

موجودہ عہد میں ارباب علم و ادب نے جہاں امام احمد رضا کی تفسیری و فقہی خدمات پر علمی کام انجام دیے وہیں آپ کی شعری و ادبی بصیرت پر بھی روشنی ڈالی، جب کہ دنیا کی درجنوں یونیورسٹیوں میں آپ پر جو نی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں لی گئیں ان میں زیادہ تر مقالے ”شعروادب“ کے حوالے سے لکھے گئے۔ ان سب کے باوجود ابھی بہت کام باقی ہے۔ بہت سے جلوے ہیں جواب بھی پوشیدہ ہیں۔ ارباب علم کی تحقیق کے منتظر ہیں۔

کلامِ رضا پر مختلف انداز میں تشریح و تہمید کا کام انجام دیا گیا ہے۔ جن میں مشہور ادیب و مترجم علامہ شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء)، ڈاکٹر عبدالنعیم عریزی (م ۲۰۱۱ء)، مولانا فیض احمد اویسی (م ۲۰۱۰ء)، صوفی اول رضوی، مولانا عبدالستار ہمدانی، مفتی محمد خان قادری، ڈاکٹر فضل الرحمن شرمصباحی وغیرہم نے مقالات و مستقل کتابیں تالیف فرمائیں۔ شارح کلامِ رضا کی حیثیت سے ایک اور معتبر نام شارحِ رضویات، حافظہ حائق بخشش حضور احسن العلماء مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء) کا ہے۔ اس تحریر میں احسن العلماء کی اسی خصوصیت کے حوالے سے اختصار میں روشنی ڈالی جائے گی۔

شارحِ رضویات حضرت احسن العلماء:

سرزمین ہندوستان پر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا مقدس فریضہ زیادہ تر خانقاہوں نے انجام دیا۔ حضرت داتا گنج بخش جویری لاہوری، خواجہ غریب نواز سے لے کر حضور احسن العلماء مارہروی تک اولیائے کرام اور خانقاہی بزرگوں کا ایک سلسلہ ہے جن کی دینی و اصلاحی اور فکری خدمات نے ذہن و فکر میں خوش گوار انقلاب برپا کر کے ایمان کو تازگی عطا کی۔ اس خصوص میں خانقاہ برکاتیہ کا کردار بڑا نمایاں رہا ہے۔ اس خانقاہ سے وابستہ اولیاء علمائے خدمتِ علم دین کے سلسلے میں تصنیف و تالیف اور ہدایت و ارشاد ہر دو طرح سے کام لے کر ظاہر و باطن دونوں کی آراستگی کا سامان کیا۔ صدیوں پر پھیلی ہوئی خانقاہ برکاتیہ کی خدمات کا تجزیہ کیا جائے تو ڈاکٹر ایٹ لیول کا مقالہ تیار ہو جائے۔

احسن العلماء اسی خانقاہ کے پروردہ تھے۔ حضرت احسن العلماء کی ولادت ۱۰ شعبان ۱۳۴۵ھ/۱۳ فروری ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔ آپ امام احمد رضا محدث بریلوی کے مرشدان کرام کے سادات گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ والد محترم حضرت سید شاہ آل عبدالشیر حیدر قادری (م ۱۹۸۶ء) عظیم صوفی، عالم، ماہر لسانیات، نقاد اور ماہر علوم جدیدہ تھے۔ ۱۴ ماہ کی عمر میں آپ کے نانا حضرت سید اسماعیل حسن شاہ جی میاں مارہروی (م ۱۳۴۷ھ) نے بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ تربیت میں والد ماجد کے علاوہ حضرت تاج العلماء مولانا سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی (م ۱۳۷۵ھ) نے اہم رول ادا کیا نیز آپ نے خلافت و اجازت بھی دی اور اپنی سجادگی بھی۔ احسن العلماء کے اساتذہ سے متعلق ان کے صاحب زادہ گرامی مشہور کشن نگار

کی تپش کو اور تیز کریں:

پہرہ زیب ترا احمد رضا
عالم تیرا بحر ناپیدا کنار
تیرے سرِ حضرت آلِ رسول
اپنے برکاتی گھرانے کا چہراغ
سُنیت کی آبرو دم سے ترے
اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا
تیری اُلفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

اس منقبت میں مارہرہ و بریلی کے اٹوٹ رشتے پر روشنی پڑتی ہے ساتھ ہی کاررضا کا جو نقشہ سامنے آتا ہے اس کے آئینے میں فیضانِ مارہرہ کی وہ جھلک دکھائی پڑتی ہے جس سے امام احمد رضا کی عظمتوں کی قدیل مزید فروزاں ہو جاتی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کو اپنے پیر خانہ مارہرہ شریف سے بڑی محبت و عقیدت تھی، اور قی تعلیق تھا، اس کے جلوے تصانیفِ رضا میں جگہ جگہ نمایاں نظر آتے ہیں، مکاسبِ رضا میں بھی اُلفتِ مارہرہ جلوہ گر ہے، اور حدائقِ بخشش میں تو حضرت غوثِ اعظم کے بعد سب سے زیادہ منقبت کے اشعار کا بحر مارہرہ کی شان میں ہی نظم ہوئے ہیں۔ کلامِ رضا پر جو فیضِ نوری مارہروی ہے اس کا ذکر کیسے اچھوتے انداز میں فرماتے ہیں:

اے رشایہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا
بہر حال خانقاہِ برکاتِ تیرہ کی مدح میں نثر و نظمِ رضا کے حوالے سے اگر گفتگو کی جائے تو کثیر صفحات پڑھو جائیں اور کیفیت یہ ہو

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

شارح کلامِ رضا:

حضرت احسن العلماء کی شخصیت بڑی ہمہ جہت اور تہ دار تھی۔ نثر و نظم دونوں میں مہارت رکھتے تھے، ادبی ذوق تھا ہی، خانقاہی مزاج بھی اس میں معاون ہوا۔ اس کے نتیجے میں آپ کے مواظ و ارشادات میں بھی چاشنیِ عودِ کرآئی تقریر کا اسلوب بڑا سادہ، عام فہم اور رواں دواں تھا، ایک مشفقِ استاذ کی طرح بات سمجھا دینا احسن العلماء کے خطاب کی خوبی تھی۔ فکرِ رضا کی اشاعت آپ کے خطاب کا اہم پہلو ہے۔

اشعارِ رضا کی تشریح کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ احسن العلماء کے پیشِ نظر چوں کہ دینی فنسکرو بصیرت کی اشاعت تھی، اسی لیے آپ کی تشریحات اسی نقطہ نظر سے دی گئی جانی چاہیے۔ اگرچہ ان تشریحات میں ادبی خصوصیات فنی مباحث پر بھی ضمناً روشنی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی لکھتے ہیں:

”شعر فنی ان کا (احسن العلماء کا) خاصا تھا۔ اور کلامِ امام اہل سنت (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی تشریح میں تو انھیں ملکہ حاصل تھا۔ شاید ایک طویل مضمون تو اسی پر لکھا جاسکتا ہے کہ انھوں نے کلامِ امام اہل سنت کی شرح کس طرح بیان کی ہے۔“ (۶)

احسن العلماء کی بصیرت و دانش ایسی تھی کہ وہ کلامِ رضا پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے، کلام کے داغی و غار جی محاسن، ادبی درو بست، فکری پیغام اور شوکتِ الفاظ و سلاستِ زبان و بیان سبھی پہلوؤں پر آپ کی نظر تھی، صاحبِ زادہ احسن العلماء حضرت اشرف میاں فرماتے ہیں:

”اُعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر، ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اُعلیٰ حضرت کی شاعری پر انھیں اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔ دور دور سے اسکا لڑاتے اور ان سے چسند گھٹنے گفتگو کرتے، سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے مقالوں کا وزن بڑھاتے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم، سابق چیئرمین شعبہ تاریخ جامعہ ملیہ نے حضور احسن العلماء کو ماہرِ رضویات ہی نہیں ”شارحِ رضویات“ بھی کہا ہے۔“ (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء کا اداریہ) اور بالکل صحیح کہا ہے۔“ (۷)

احسن العلماء نے اُعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اشعار کے توسط سے اللہ کریم کی عظمت، شانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عشق و محبتِ نبوی، عظمتِ اولیا کے نقوش دلوں میں بٹھائے ہیں۔ امام احمد رضا نے اپنی نعت گوئی قرآن مقدس کے آئینے میں کی جس کا اظہار اس شعر میں فرمایا ہے:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

اسی لیے ہر ہر شعر میں قرآنی فکر عطر بیڑ ہے، اور اپنے کلام کے توسط سے ایمان کو تازگی فراہم کر دیتے ہیں۔ احسن العلماء کی تشریحات کا تجزیہ بھی یہ واضح کرتا ہے کہ اشعارِ رضا کی تفہیم کے لیے احسن العلماء، قرآن مقدس، احادیثِ طیبہ اور روایاتِ اسلاف کی نہایت عمدہ وضاحت فرماتے ہیں جن سے دینی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اشعارِ رضا کا مفہوم کم پڑھا لکھا شخص بھی نہایت آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔

تلفظ اور احتیاط:

امام احمد رضا نے اپنے کلام کے توسط سے بہت سے متروک لفظوں میں نئی جہان ڈال دی ہے۔ ادبی دقائق کی گرہیں کھولی ہیں، نکتہ سنجی نے مفہوم کو وسعت عطا کر دی ہے فنی فضا بڑی نکھری نظر آتی ہے ہمارے امام کے کلام میں، آپ کا ادبی و لسانی رخ سے یہ کارنامہ ہے کہ اردو زبان کو تاثیرِ بیان عطا کی ہے۔ نئے لب و لہجے سے آشنائی بخشی، غنائیت و نغمگی عطا کی، یہی سبب ہے کہ سخن دال و سخن ساز جب اشعارِ رضا کا مطالعہ کرتے ہیں تو امام احمد رضا کے منفرد ادبی مقام کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہتے۔ اشعارِ رضا کو درست تلفظ کے ساتھ پڑھنا بھی اہل علم ہی کا خاصہ ہے۔ احسن العلماء چوں کہ شارحِ کلامِ رضا تھے اس لیے آپ کلامِ رضا کے

تلفظ کا بھی خاص خیال رکھتے، اگر کوئی تلفظ میں غلطی کرتا تو ایک مشفق اتاذ کی حیثیت سے اصلاح فرماتے یوں ہی کلام میں حرم و احتیاط کا لحاظ رکھتے۔ امام احمد رضا کے مشہور قصیدہ کا شعر ہے:

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نزلے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لیے تھے

اس ضمن میں مذکورہ پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت اشرف میاں تحریر فرماتے ہیں:

یہ قصیدہ تو وہ بہت ہی استغراق اور وجد کے عالم میں پڑھتے اور اس میں استعمال شدہ صفتوں کی تشریح ایسے دل کش انداز میں فرماتے کہ ہم بچوں کے ذہن میں بھی بات نقش ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت کا شعر اگر کوئی غلط پڑھتا تو نرم انداز میں ضرور ٹوک دیتے، اکثر فرماتے: ”حدائقِ بخشش سمجھنا تو الگ، پڑھنا بھی ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہیں ہے“ اس غلامِ قادری راقم الحروف نے بھی یہ قطعہ اپنے والد معظم کی اسی بات کی یاد کی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھا ہے۔ (یہ قطعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حاسدین و مخالفین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔):

من قصر رضا تو بلند کافی ہے تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو

فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے ذرا حدائقِ بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو (۸)

اور بلاشبہ یہ احسن العلماء جیسے علما کا ہی وصف ہے کہ وہ ”حدائقِ بخشش“ کی تفہیم کے ساتھ ہی اس کی شرح کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں۔

تشریحات کے چند نمونے:

احسن العلماء کے خطبات سے بعض اشعارِ رضا کی تشریح و توضیح کے چند نمونے ہم یہاں پیش کرتے ہیں، قارئین دیکھیں کہ کس طرح سادہ و دل کش انداز میں وضاحت و صراحت فرماتے ہیں کہ ہر شعر مفہوم و مطلب کے ساتھ حاشیہ ذہن پر محفوظ ہو جاتا ہے اور تشریح سمجھ لینے کے بعد جو لطف ملتا ہے اسے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ان تشریحات کو پڑھتے وقت یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت احسن العلماء ہر جمعہ نماز سے قبل مسجدِ برکاتی مارہرہ شریف میں خطاب فرمایا کرتے تھے، جس میں سامعین کی استعداد کے پیش نظر گفتگو فرماتے، اور ذہن نشین کرانے کی غرض سے سامعین سے سوال بھی کرتے، انہیں خطبات سے اشعار کی تشریح والے اقتباس اختصار کے ساتھ اپنے موقف کی دلیل میں ہم پیش کیے دیتے ہیں۔

نمونہ اول:

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سایے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

احسن العلماء فرماتے ہیں: ”وہ (آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خود نورِ مطلق کا سایہ ہیں۔ نورِ مطلق کون؟ اللہ جل جلالہ و علم نوالہ، اس کا سایہ رحمت آپ بن کر تشریف لائے ہیں، تو ہم روز دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ہم چلتے ہیں، اٹھتے ہیں، بیٹھتے ہیں، پھرتے ہیں تو ہمارا سایہ پڑتا ہے، لیکن کبھی آپ نے سایے کا بھی سایہ دیکھا ہے؟ پر چھائیں کی پر چھائیں دیکھی ہے؟ اللہ اکبر! تو یہ تو سایہ رحمت بن کر تشریف لائے ہیں۔ دوسری بات اور فرمائی علمائے، ایک اور نکتہ بیان فرمایا انھوں نے، کہا دیکھو ایسا ہے کہ جس جگہ آدمی کی پر چھائیں پڑتی ہے اتنی جگہ میں کیا ہوتا ہے؟ (سامعین: اندھیرا ہوتا ہے) اجالا تو نہیں ہوتا ہے نا؟ (سامعین: نہیں) اندھیرا ہوتا ہے۔ اور ان کے یہاں تو اندھیرے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کفر و شرک سب سے بڑا اندھیرا ہے۔ ان کی (آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی) ایک نظر رحمت اٹھ جائے، تو عمر کے بڑے حصے جن کے بیت جاتے ہیں کفسر کرتے کرتے لیکن ایک نظر رحمت اٹھی نہیں اور پھر معلوم نہیں کیا سے کیا بن جاتے ہیں۔ (یعنی دل کی دنیا ایمان کے نور سے منور ہو جاتی ہے) اللہ اکبر۔“ (۹)

تبصرہ: نورانیتِ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر امام احمد رضا کے شعر کی کیسی عمدہ وضاحت کی، آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا بے سایہ ہونا آپ کے فضا سے ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں: ”اب نہ رہے مگر وہ لوگ جنہیں طولِ صحبت روزی ہوا اور حضور کو آفتابِ یامامہ تاب یا چراغِ غیروشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی تم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسم انور ہم سائگی سایہ سے دور ہے۔“ (۱۰)

نمونہ دوم:

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور

لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود

احسن العلماء فرماتے ہیں: ”اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ع

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور

لوگوں کی پیشانیوں پر سلوٹیں پڑ جاتی ہیں اعلیٰ حضرت کا نام سن کر لیکن سنی مسلمان کے ماتھے پر سلوٹ نہیں پڑ سکتی، اس کا چہرہ تو پھول کی طرح کھل جائے گا۔ دیکھو میں اتنی دیر سے ان کی (اعلیٰ حضرت کی) نعت پڑھ رہا ہوں لیکن کیا کروں مجبور ہوں، اللہ اکبر! کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں ہے اعلیٰ حضرت نے بیان فرماتے ہیں:

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود

اب میں تمہیں اس کے معنی بتا دوں، تم سے خدا کا ظہور، یہ مصرع بہت صاف ہے۔ تم سے خدا کا

ظہور اس سے تمہارا ظہور، لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود تو یہ لم اور ان کیا ہے؟ حافظ صاحب (حافظ شریف برکاتی) بھی پوچھ رہے ہیں مجھ سے کہ یہ کیا دلفظ، لم لام میم اور یہ الف نون ان کیا ہے؟ یہ لم اور ان کیا؟ میں بتاؤں آپ کو کہ منطق میں دو دلیلیں بہت مشہور ہیں: ایک ”دلیل لمی“ کہلاتی ہے، اور ایک ”دلیل انی“ کہلاتی ہے۔ آپ نہیں گے پھر وہی بات کہ دلیل لمی اور دلیل انی۔ ہاں! وہی بات سنو، دلیل کے معنی ہیں ہسلی ہوئی روشنی، جو حق چیز کو چمکادے، جو اس کا مدلول ہے جس کے لیے وہ لانی گئی ہے اس کو بالکل صاف صاف بیان کر دے۔ جیسے آپ سب میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ کے کان بھی دیکھ رہا ہوں، ناک بھی دیکھ رہا ہوں، ایسے ہی آپ میرے دیکھ رہے ہیں۔ بیٹھا البتہ آپ کی مجھ سے پوشیدہ ہے تو آپ کی بھی نظر سے میری بیٹھ پوشیدہ ہے۔ ادھر کی طرف ہے تو دلیل انی کہتے ہیں اس کو کہ دلیل سے مدلول پر روشنی پڑے۔ اور دلیل لمی کہتے ہیں کہ مدلول سے دلیل پر روشنی پڑے۔ آگئی بات سمجھ میں؟ اچھا ابھی نہیں آئی تو اب سنو میں مثال دے کر بتاتا ہوں مثلاً آپ نے کہا ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود سورج چمک رہا ہے تو دن موجود ہے۔ بولو بھائی اب آئی سمجھ میں۔ وہ تو عربی کا جملہ تھا نہیں سمجھ میں آیا ہوگا۔ ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود سورج موجود ہے، بولو بھائی اس وقت سورج موجود ہے کہ نہیں ہے؟ (سامعین: ہے) یہ رات ہے کہ دن ہے؟ (سامعین: دن) جمعہ کی نماز رات کو پڑھو گے؟ (سامعین: نہیں) جمعہ کا وہی وقت ہے جو ظہر کا وقت ہے۔ ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود سورج چمک رہا ہے تو دن موجود ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ سورج چمکنا یہ دلیل ہے، کا ہے کی؟ دن کے موجود ہونے کی تو دلیل سے مدلول پر روشنی پڑی، آیا سمجھ میں؟ دلیل سے مدلول پر روشنی پڑی۔ اچھا اب تم نے یہ نہیں کہا ان کانت الشمس طالعة فالنہار موجود سورج چمک رہا ہے، اس لیے کہ سورج چمک رہا ہے۔ پہلے پھرے میں تم نے یہ کہا تھا کہ چوں کہ سورج چمک رہا ہے اس لیے دن موجود ہے۔ اب اس کو الٹ کر کہا، یہ دلیل لمی ہے۔ وہاں دلیل سے مدلول پر روشنی پڑی اور یہاں مدلول سے دلیل پر روشنی پڑی۔ اب اس شعر کو سمجھنے کی کوشش کرو:

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود
اللہ اکبر! اللہ ہے اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لیے کہ اللہ ہے، جل جلالہ و علم نوالہ۔ یاد رکھنا اس بات کو۔ (۱۱)

تبصرہ: شعر رضا کی شرح میں احسن العلماء نے تمثیل سے کام لے کر اصطلاح کی توضیح کی ہے۔ اور موجود حقیقی کے مظہر رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کو حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل بتایا ہے۔ اس طرح خالق کی موجودگی اور افضل الخلق کی عطا الہی سے موجودگی کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ احسن العلماء اپنی

بات کو منطقی دلائل سے بھی مبرہن فرماتے تھے۔

نمونہ سوم:

تیرے بے دام کے بندے ہیں ریسمان عجم

تیرے بے دام کے بندے ہیں ہزاران عرب

احسن العلماء شعر مذکور کے تحت اپنے خطاب میں فرماتے ہیں: ”دونوں جگہ دام استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ دام کے معنی قیمت کے ہیں اور ایک جگہ دام کے معنی جال کے ہیں۔ تیرے بے دام کے بندے ہیں ریسمان عجم۔ تیرے بے دام کے دام کوئی نہیں ٹھہرایا آپ نے۔ معاذ اللہ آپ نے کوئی جال بھی نہیں پھیلایا لیکن جس کو دیکھیے تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سب جال میں قید ہیں۔ (یعنی اسیر محبت ہیں) آپ کی آنکھ (مبارک) دیکھی، آپ کے چہرہ (اقدس) پر نظر پڑی۔ بوجہل نے جب کہا کہ انھیں بند کر دو، انھیں جیل میں ڈال دو تو اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ نہیں اس سے بھی کام نہیں چلے گا، ان کا سوشل بائی کاٹ کر دو کسی نے کہا اس سے بھی کام نہیں چلے گا، کہا ان کے گھر آنا جانا بند کر دو۔ کہا اس سے بھی کام نہیں چلے گا، کہا ان کے راستے میں کانٹے بچھا دو، تو کہا اس سے بھی کام نہیں چلے گا اس لیے کہ تم نے بند کر دیا جیل میں، جیل کی سلاخوں کے پیچھے یہ چلے گئے لیکن جوان کو باہر سے دیکھنے کا کسی کی آنکھ میں پیر تیری زبان میں ہے کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے۔ اللہ اکبر! اگر ایک بات بھی کر لی یا بات بھی نہیں کی، ان کی زبان بھی نہیں بلی، صرف چہرے پر نظر پڑی تو ان کی صورت پاک پر وہ جاذبیت ہے، وہ کشش ہے۔ عام طور پر لوگ ایسے موقع پر بول دیتے ہیں وہ گل موہنی ہے، لیکن میں احترام رسالت کے سلسلے میں یہ لفظ استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کشش وہ جاذبیت ہے۔ اللہ اکبر! کہ جو آتا ہے قتل کرنے کے لیے وہ خود قتل ہو کر واپس جاتا ہے۔“ (۱۲)

تبصرہ: احسن العلماء نے شعر کی شرح میں وہ عجب دل کش منظر نگاری کی ہے کہ عشق کے قافلے صفت در صفت نظر آتے ہیں۔ حمد میں لوگ آتے ہیں نبوی عظمت کا چراغ گل کرنے لیکن اک جھلک دیکھ کر قتل (فدا) ہو جاتے ہیں۔ ایمان کی لذت سے آشنا ہو کر اسیر بارگاہِ ناز ہو جاتے ہیں۔ احسن العلماء نے سادگی و پرکاری کا عمدہ نمونہ اپنی تشریح میں پیش کیا ہے۔ ہمارے مقررین کو ایسی ہی سادہ تشریح کر کے عوام کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہیے۔

نمونہ چہارم:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی

زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

احسن العلماء شعر مذکور کے تحت فرماتے ہیں: ”کیا بات رضا..... کیا بات رضا..... یوں تو بہت

رہے ہیں کہ ان کے راستے میں ٹیلے اگر حاصل ہوتے ہیں تو ٹیلوں کو بہالے جاتے ہیں، پہاڑیاں اگر حاصل ہوتی ہیں تو پہاڑوں کو بہالے جاتے ہیں..... جب سیلاب آتے ہیں تو گاؤں کے گاؤں کرۂ زمین سے، جغرافیہ سے ناپید ہو جاتے ہیں، پتا بھی نہیں چلتا کہ یہاں پر کبھی کوئی آبادی تھی کیوں کہ ان میں ایک ایسا غرانا ہوتا ہے، ایک ایسی شوریدگی ہوتی ہے، ایک ایسی مستی ہوتی ہے کہ بس بہیرہ ری ہیں کیوں کہ انھیں وصال درکار ہے، وصل درکار ہے، اپنے اصل میں یہ مل جانا چاہتی ہیں، جب تک ملی نہیں.....

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا رہا تھا تم نے خسرید کر ہمیں ان مول کر دیا سمجھ گئے آپ! تو جب تک وصل نہیں ہوا تھا گنگا گنگا تھی، جمننا جمننا تھی، اللہ اکبر! اور جب وصل ہو گیا، جب طلیج بنگال میں جا کر وہ گنگی اب کوئی دھار گنگا کی وہاں نہیں ہے، وہاں ایک پانی کارنگ ہے، ایک بہنے کا طریقہ ہے، ایک کیفیت ہے اس کے غراٹوں کی، ایک کیفیت ہے اس کے تموج کی، ورنہ گنگا کے تموج کا اور عالم تھا، جمننا کے تموج کا اور عالم تھا، سر جو کے تموج کا اور عالم تھا، لیکن وہاں جا کر سب ایک ہو گئے اور اسی کو کہا کہنے والوں نے، فارسی والا کہتا ہے:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگرگی
اب تک تو من تو پل رہا تھا جب تک وصال نہیں ہوا تھا، جب تک فراق تھا، جب تک ہجر تھا اس وقت میں میں تھا اور تو تو تھا لیکن جب وصال ہو گیا جب مل گئے، جب اصل مل گئی، فرع میں داخل ہو گئی، بقول اعلیٰ حضرت، فرماتے ہیں:

میں نے کہا کہ جلوة اصل میں کس طرح گئی صبح نے نور مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں ایسے ملا کرتے ہیں، ایسے وصال ہوا کرتا ہے۔ فراق تھا، دوری تھی، مجھوری تھی لیکن جب اپنی اصل میں مل گئے تو اصل ہی رہ گئی، فرع کا وہاں کوئی سوال ہی نہیں رہا، فرع کا کوئی وجود ہی نہیں رہا.....“ (۱۴)
تبصرہ: اس تشریح میں تصوف کا موضوع ”وحدت الوجود“ جس تمثیل کے ساتھ سمجھایا گیا ہے وہ پہلوا چھوٹا ہے، صوفیا میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا مسئلہ ایک علمی اختلاف کی شکل میں سامنے آیا، امام احمد رضا نے اپنے رسالہ ”مقال عرفا“ نیز دوسرے فتاویٰ میں اس پر روشنی ڈالی ہے، اور وحدت الوجود کی تائید کی ہے۔ اس لحاظ سے شعر رضائی جس سادگی کے ساتھ شرح احسن العلماء نے کی وہ کم پڑے لکھے کو بھی سمجھ میں آ جاتی ہے ساتھ ہی امام احمد رضا کی وسعت علمی کا نظارہ بھی نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے۔ اس میں احسن العلماء کی جغرافیہ میں نگاہ بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ منظر نگاری کی ادبی پاشنی بھی جلوہ آ رہا ہے۔

نمونہ ششم:

ایک سید تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن بطلین ان کے جاموں میں ہے نیمانور کا

احسن العلماء شعر کے تحت فرماتے ہیں: ”(حضرت امام) حسن بنضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سید تک مشابہ تھے اور (حضرت امام) حسین سید سے پاؤں تک سب سے زیادہ اشبہ تھے۔ اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم، سے ایک جو بڑے تھے وہ سر سے لے کر سینہ تک اور دوسرے سید سے لے کر پاؤں تک مشابہ تھے، اللہ اکبر، وہی میرے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ایک سید تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک حسن بطلین ان کے جاموں میں ہے نیمانور کا
’نیم‘ کہتے ہیں صدری کو، ایک پلا ادھر ہوتا ہے، ایک پلا ادھر ہوتا ہے ع
حسن بطلین ان کے جاموں میں ہے نیمانور کا

سیدھے طرف کے پلے میں بوٹا ہوتے ہیں، اٹلی طرف کے پلے میں کیا ہوتا ہے کاج ہوتے ہیں، اور جب ’کاج‘ پر بوٹا ہوتا لگ گیا تو ایک ہو جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی ہے اور کھولے تو دو الگ الگ ہو گئے، تو فرماتے ہیں ع

حسن بطلین ان کے جاموں میں ہے نیمانور کا

ان کے دونوں کے کپڑوں میں آدھا آدھا ہوا ہے، اللہ اکبر، اللہ کے رسول کا حسن، تو فرماتے ہیں، تقطیع فرماتے ہیں (اعلیٰ حضرت) اس شعر کو بیان کر کے، اس کے مضمون کی تشریح فرماتے ہیں:

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورق نور کا
ایک خط ہوتا ہے، لکھنے کا ایک اسلوب نگارش ہے جسے خط تو ام کہتے ہیں، جڑواں خط کہلاتا، جڑواں بھائی پیدا ہوتے ہیں..... ہم یہی سنتے چلے آتے ہیں بوڑھوں سے جو جڑواں بھائی پیدا ہوتے ہیں، ایک کو جب زکام ہوا تو دوسرے کو بھی زکام ہوگا، ایک کو بخار آیا تو دوسرے کو بھی بخار آئے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں آپ کو سب کو امراض جسمانی و روحانی سے، ہمارے بچوں کو بھی محفوظ رکھے۔ ایک اگر موٹا تازہ ہے تو دوسرا بھی فربہ ہے، ایک اگر بیمار ہوتا ہے تو دوسرا بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ دونوں میں بہت زیادہ مشابہت ہوتی ہے، تو فرماتے ہیں ع

خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورق نور کا
اگر ان دونوں خطوں کو حکمت سے کسی ہتھیار سے الگ الگ کر دیا جائے تو نہ یہ سمجھ میں آئے گا نہ پھر وہ سمجھ میں آئے گا، سمجھ میں جب آئے گا جب دونوں کو جوڑ دیا جائے گا ع
خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورق نور کا

دو ورق حسن و حسین، تو جب تک حسن و حسین دونوں کو ملا نہیں لیں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ آرائیاں آپ کے سامنے نہیں آئیں گی۔“ (۱۵)

تبصرہ: احسن العلماء نے شعر مذکور کی شرح میں حضرات حنین کریمین کی خصوصیت بیان کی ہے اور تشریح میں تمثیل سے کام لے کر عام فہم پیرائے میں شعر مذکور سے جو دوسرے شعر کی بھی وضاحت کی، ہم اہل سنت کے یہاں یہ اعتدال ہے کہ اہل بیت کی محبت بھی ہے اور صحابہ کی محبت و عظمت بھی۔ امام احمد رضا نے اپنے اشعار میں اسی محبت کے نغمے الاپے ہیں جن سے محرمات حظ اٹھاتے ہیں۔

احسن العلماء نے اپنے خطبات میں جو تشریحات حدائق بخشش کے اشعار کی ہیں ان میں دو طرح کا اسلوب ہے: (۱) عام اسلوب (۲) خاص اسلوب

خطبات میں اشعار رضائی تشریح میں عوام کے ذوق کو پیش نظر رکھا اس لیے علمی دقائق کی بجائے عام فہم توضیح پر اکتفا فرمایا لیکن جب محفل خواص علماء، دانش وروں اور ادبائی سمجھتی تو وہ علمی نکات بیان فرماتے کہ اہل محفل عیش کر اٹھتے، ایسی کئی تشریحات پیش نظر ہیں جن میں اشعار رضائی توضیح قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ سے کی ہے اور دقیق نکتوں کو بھی اجاگر فرمایا ہے۔ اس نوع کی تشریحات طویل ہیں جن پر پھر کبھی لکھا جائے گا۔

تفہیم کے سلسلے میں ایک واقعہ:

۱۹۸۵ء میں احسن العلماء نے کراچی میں مشہور مترجم و ادیب حضرت شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء) سے ملاقات کی، اس ملاقات کا مقصد بعض اشعار رضائی توضیح و تفہیم کے سلسلے میں استفسار تھا۔ حضرت شمس بریلوی نے امام احمد رضا کے کئی ان قصائد پر تشریحی کام کیا تھا جو اصطلاح ہیئت و نجوم، علم فکیات کے ضمن میں نظم ہوئے۔ اور کلام رضا کے فنی تجزیہ کے حوالے سے بھی حضرت شمس بریلوی کی غامضی شہرت تھی، ملاقات کے احوال پروفیسر ڈاکٹر جمید اللہ قادری (سکریٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) کی زبانی ملاحظہ کریں جو اس محفل ملاقات کے شاہد تھے، موصوف لکھتے ہیں:

”حضرت حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے، اور جا بجا صفحات پر نشانیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت حسن میاں نے فرمایا: شمس صاحب آپ سے اعلیٰ حضرت کے چند نعتیہ اشعار کی تشریح درکار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ برصغیر پاک و ہند میں صرف آپ ہی ان اشعار کی تشریح کر سکیں گے، کہ آپ ہی نے کلام رضا کا ادبی و تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے، میں نے کئی حضرات سے ان اشعار کی تشریح کے سلسلے میں رجوع کیا مگر مجھے کوئی بھی ان اشعار کے مطالب و مفہیم سے مطمئن نہ کر سکا۔ حضرت حسن میاں نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھا اور فرمایا کہ آپ اس کی تشریح فرمائیں:

بلبل و نیل پر و کبک بنو پروانو مہ و خورشید پہ نستے ہیں سپہ افغان عرب
حضرت شمس نے بے تامل فرمایا کہ: اعلیٰ حضرت کے اس شعر کا بنیادی خیال اس شعر میں موجود ہے:

کہہ دو یہ کوہ کن سے کہ مرنا نہیں کمال مرسر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے
اس شعر میں ایک تلمیح ہے..... تلمیح یہ ہے کہ ”بلبل“ گل پر فریفتہ ہے۔ نیل پر (فاختہ کے برابر جسم والا بہت ہی خوب صورت پرندہ) آفتاب پر عاشق ہے۔ اور ”کبک“ نیل پر کی طرح بجائے آفتاب کے ماہ تاب پر جان دیتا ہے۔ یہ تینوں عاشقان صادق اپنے محبوب کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ بلبل تو گل بن پر مند لاتی ہے اور چکر لگاتے لگاتے بے خود ہو کر گل پر اپنے رخسار رکھ کر بے ہوش ہو جاتی ہے اور بار بار کے اس عمل سے اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔..... ”نیل پر“ جب آفتاب نصف النہار پر ہوتا ہے تو اس تک پہنچنے کے لیے بے تحاشا پرواز کرتا ہے اور بہ حد تاب و تواں پرواز کرتا ہے اور آخر کار اس پرواز میں اس کا جگر پھٹ جاتا ہے اور فضا سے مردہ زمین پر گر جاتا ہے۔ ”کبک“ کا بھی یہی حال ہے کہ ماہ تاب پر فریفتہ ہے، ماہ کامل کو دیکھ کر بے ساختہ جیچتا ہے یا اس کی طرف پرواز کرتا ہے اور ”نیل پر“ کی طرح آخر کار یہ بھی مرکزین پر آگرتا ہے۔ کبک، نیل پر سے تقریباً دو گنا اور سہ گنا بڑا ہوتا ہے، بعض لوگ کبک کو گھروں میں پالتے ہیں اور اس کے پتھرے کو چاندنی سے اس حد تک بچاتے ہیں کہ اس کے پتھرے پر دو تین بستی چڑھاتے ہیں، اگر چاندنی کی ایک کرن بھی دیکھ لیتا ہے تو پھر بے تحاشا جیچتا ہے۔

اس تلمیح کو سامنے رکھتے ہوئے شعر کے مفہوم پر غور کیجیے کہ حضرت رضا فرماتے ہیں کہ اسے پروانو! تم شمع محفل پر اس طرح خاموشی سے جان کو قربان کرتے ہو، جان اگر قربان کرنا ہے تو بلبل، نیل پر اور کبک کی طرح قربان کرو، کہ چہ افغان عرب تو مہ و خورشید سے بھی زیادہ فروزاں ہیں، شمع محفل کا کیا ذکر، اس طرح حضرت شمس بھی منٹ تک اس شعر کی تشریح فرماتے رہے.....“ (۱۶)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت احسن العلماء کو اشعار رضائی تفہیم و توضیح سے کس قدر دل چسپی تھی، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شمس بریلوی کی علمی حیثیت احسن العلماء کی نظر میں کتنی بلند تھی گویا حضرت شمس بریلوی کی ادبی و علمی بصیرت پر مہر تصدیق لگا دی ہے احسن العلماء نے۔

بہر حال اختصار کے پیش نظر انھیں چند نکات پر موضوع کو سمیٹا جاتا ہے۔ احسن العلماء کی وہ تحریریں جو ماہرہ شریف کے کتب خانہ میں محفوظ ہوں گی ان میں بھی یقیناً تفہیم کلام رضا کے پہلو سے مواد ہوگا جس کو سامنے لانے پر اشعار رضائی تحقیق و تفہیم اور توضیح میں بڑی مدد ملے گی، امید کہ بزم ادب کا کوئی خوشہ چین اپنی رہ و افروز کو اس موضوع پر موثر علم و ادب کے کئی ایسے جواہر پارے سامنے لائے جن سے نگاہیں خیرہ ہوں اور علمی ذخیرے میں قابل قدر اضافہ ہو۔

خلاصہ کلام:

احسن العلماء کی شخصیت بڑی جامع اور تہ دار تھی، ان کی زندگی سراپا درس تھی، خطبہ درس لیں، احسن

العلماء کی سادگی اپنائیں، تصنع و بناوٹ سے خطابت کا حسن ماند پڑ جاتا ہے، خطاب کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، احسن العلماء اپنے خطاب کے ذریعے اشعار رضا کی محض تفہیم ہی نہیں فرماتے بلکہ اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ کے نقوش، محبت اہل بیت اطہار نیز اولیائے کرام کی عقیدت کا عطر کشید کر دیتے جس سے من کی دنیا میں خوش بو پھیل جاتی اور ایمان کی فصل ہری ہو جاتی، آپ کی گفتگو عالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیانہ بھی ہوتی جس سے اخلاقی بصیرت بھی ہمیا ہوتی، اور خانقاہ برکاتیہ نے تو ہر دور میں کردار سازی کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے۔ اشعار رضا کے حوالے سے احسن العلماء نے اخلاق و کردار نبوی علیہ التحیۃ و الثناء کی وہ تشریح فرمائی کہ جنہیں بزم حیات میں سجالیا جائے تو ذہن و فکر نور نور ہو جائیں، خیالات کی وادیاں زر خیز ہو جائیں، اور خطیب کی خطابت کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ جو بات پیش کی جا رہی ہے اسے عملی طور پر قبول کیا جائے۔

احسن العلماء نے اشعار رضا کی شرح کیا فرمائی سیرت طیبہ کے جلوے نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔ امام احمد رضا نے نعت کے تناظر میں محبت نبوی کی روح انگلی نسلوں میں منتقل کی، دل کو طیبہ کی یاد میں وارفتہ کر دیا، ایسا کہ قول و فعل سبھی سنت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئینہ دار ہو گئے، دل و جاں، ہوش و خرد، فکر و نظر سبھی کچھ شہ بطحا کے دیار کی یادوں میں کھو گئے، وارفتہ و فدا ہو گئے، یہی عشق کی معراج بھی ہے اور منزل مقصود بھی، بقول اعلیٰ حضرت:

جان و دل و ہوش و خرد سب تو مہر دینے پہنچے تم نہیں چلتے رضا دار تو سامان گیا

امام احمد رضا نے اپنی شاعری کے ذریعے دین حق کی روشن راہ واضح کی، اور اس پر استقامت کے لیے جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق اور روح کا رشتہ ضروری ہے۔ ایسی محبت جس میں واقعیت ہو۔ امام احمد رضا نے تحقیق و مشاہدہ کی بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا کہ اس دور انحطاط میں جب کہ فکروں کا سودا کیا جا چکا تھا، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی و توہین کی فضا سے مسموم ہم و ار کی جاسکی تھی، عشق و محبت رسول کی متاع گراں بہا کی حفاظت اشد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا کا شعری و نشری سرمایہ عظمت و شان اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی محتاط شاعری کی توضیح کے لیے بھی علم وسیع درکار ہے، احسن العلماء جیسی محتاط شخصیت جن کا علمی احتضار ان کے عہد میں مسلم تھا، نے اشعار رضا کی تفہیم کا کھنکھ اور تھرا مزاج دیا، راقم نے جتنے نمونے پیش کیے وہ تشریحات کے بعض پیرا گراف پر مشتمل ہیں ورنہ ایسے تشریحی نکات بھی موجود ہیں جو ایک ایک شعر کی شرح میں دیوں صفحات پر محیط ہیں۔ آپ کی بصیرت علم اور رضویات جو بے طور فرغ علم متعارف ہے اس میں مہارت پر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا یہ تبصرہ صداقت کا آئینہ دار ہے:

” (احسن العلماء) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عاشق زار تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت سے سرمو اخراٹ کو

برداشت نہ کر پاتے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حالات و کوائف کے جزئیات پر کامل عبور تھا میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے وقت میں سب سے بڑے ”ماہر رضویات“ تھے۔“ (۱۷)

احسن العلماء علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کے اشعار کی تشریح و تفہیم کا جو معیاری نمونہ پیش کیا اور واعظین کو خطابت کے لیے اشعار رضا سے استفادے کا سلیقہ بخشا اسے مزید اجاگر کیا جانا چاہیے، خطبا و واعظین ایک ایک شعر کی تشریح احسن العلماء کے اسلوب تفہیم کے آئینے میں کریں گے تو عام طبقہ بھی منظومات رضا کے علمی دقائق نیز فنی خوبیوں سے آشنا و آگاہ ہوگا، جس سے عشق رسول کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم کی تپش تیز ہوگی۔

☆☆☆

حوالہ جات

- (۱) سید محمد اشرف برکاتی، یاد حسن، مطبوعہ دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ ۲۰۰۳ء، ص ۱۹
- (۲) پروفیسر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہروی نے احسن العلماء کی متعدد تقاریر کو تحریری شکل دے کر شائع فرمایا ہے
- (۳) اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ، ص ۷۲، ۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء
- (۴) نفس مصدر، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)، ص ۶۴۲-۶۴۳، اکتوبر ۲۰۱۰ء
- (۵) نفس مصدر، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)، ص ۵۶۲، اکتوبر ۲۰۱۰ء
- (۶) نفس مصدر، ص ۷۸، اکتوبر ۲۰۰۰ء
- (۷) نفس مصدر، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)، ص ۵۶۲، اکتوبر ۲۰۱۰ء
- (۸) نفس مصدر، خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)، ص ۵۶۴، اکتوبر ۲۰۱۰ء
- (۹) نفس مصدر، ص ۸۵، اکتوبر ۲۰۰۰ء
- (۱۰) احمد رضا بریلوی، امام قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام، ص ۲۵، مطبوعہ برکات رضا پور بندر گجرات ۲۰۰۸ء
- (۱۱) اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ، ص ۱۱۱ تا ۱۱۳، اکتوبر ۲۰۰۰ء
- (۱۲) نفس مصدر، ص ۱۰۱-۱۰۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء
- (۱۳) سید محمد اشرف برکاتی، یاد حسن، ص ۳۴۸، مطبوعہ دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ ۲۰۰۳ء
- (۱۴) اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ، خصوصی شمارہ: اسلام کا نظریہ توحید، ص ۳۱۰ تا ۳۱۲، اکتوبر ۲۰۰۴ء
- (۱۵) سید محمد اشرف برکاتی، یاد حسن، ص ۳۵۱-۳۵۲، مطبوعہ دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ ۲۰۰۳ء
- (۱۶) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر ملفوظات شمس، ص ۴۱ تا ۴۴، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۳ء
- (۱۷) سیرت احسن العلماء (مجموعہ مضامین) ص ۲۹، مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی ۱۹۹۸ء